السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک عورت نے حالتِ صحت میں فیما بینھا وبین اللہ خاوند کو اطلاع دے کر اپنا مہر بخشش دیا، مگر اپنے اقارب کے خوف سے اظہار نہ کیا۔ آخر وہ جب بیمار ہوئی تو حالتِ بیماری میں چند گواہوں کے روبرو اپنے واقعہ سابقہ کا ذکر کر کے تحریر لکھوا دیا کہ میں بحالتِ صحت مہر معاف کر چکی ہوں۔ کیا اس صورت میں مسماۃ مذکورہ کا یہ کہنا اور معاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور واضح رہے کہ مسماۃ مذکورہ کے ورثاء نسبی بھی ہیں اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک خاوند مذکور۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اس صورت میں مسماۃ مذکورہ کا بحالت صحت میں فیما بینھا وبین اللہ اپنا مہر معاف کر دینا جائز و درست ہے اور بحالت مرض اس کا یہ اقرار کرنا کہ میں بحالت صحت معاف کر چکی ہوں، بھی جائز و درست ہے۔

فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿٤﴾ ...النساء

''ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ۔''

صحیح بخاری مصری جلد (۳) صفحہ (۷۹) میں ہے :

'' قال الحسن : أحق ما یصدق به الرجل آخر یوم من الدنیا وآخر یوم من الآخرة، وقال ابراھیم والحکم : اذا أبرأ الوارث من الدین برئ، قال الشعبي : اذا قالت المرأة عند موتھا : ان زوجي قضاني وقضیت منه جاز، وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ایاکم والظن فإن الظن أکذب الحدیث'' انتھی (صحیح البخاري ۳ ۱۰۰۸)

''حسن نے کہا : سب سے بڑا سچ وہ ہے جو آدمی دنیا کے آخری وقت میں کہے اور آخرت کے آخری دن میں۔ ابراہیم اور حکم نے کہا ہے : جب وارث قرض سے بری کر دے تو وہ بری ہو جاتا ہے اور شعبی نے کہا ہے : جب عورت نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے شوہر نے میرے ساتھ معاملہ پورا کیا اور میں نے اس کے ساتھ تو جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ گمان سے بچو، کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔''

'' وفی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۵۸ : و'' احتج من أجاز مطلقا بما تقدم عن الحسن أن التھمة في حق المحتضر بعیدة، وبالفرق بین الوصیة والدین، لأنھم اتفقوا علی أنه لو أوصی في صحته لوارثه بوصیة، وأقر له بدین ثم رجع، أن رجوعه من الإقرار لا یصح، بخلاف الوصیة فیصح رجوعه عنھا، واتفقوا علی أن المریض اذا أقر لوارث صح إقراره مع أنه یتضمن له بالمال، وبأن مدار الأحکام علی الظاھر، فلا یترک إقراره للظن المحتمل فإن أمره فیه الی اللہ تعالیٰ'' (فتح الباري لابن حجر ۵ ۳۷۶)

''حسن کے مذکورہ اثر کی بنا پر دلیل پکڑی ہے کہ یہ مطلق جائز ہے، کیونکہ محتضر کے حق میں تہمت بعید ہے اور اس لیے بھی کہ وصیت اور قرض کے مابین فرق ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اس نے اپنی صحت کی حالت میں اپنے وارث کے لیے کوئی وصیت کی ہے یا اس کے کسی قرض کا اقرار کیا ہے، پھر اس نے رجوع کر لیا تو اقرار سے رجوع درست نہیں ہے بخلاف وصیت کے، کیونکہ یہاں رجوع درست ہے۔ اور اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ مریض جب کسی وارث کے لیے اقرار کر لے تو اس کا اقرار درست ہوگا، باوجود اس کے کہ وہ اس کے لیے مال کا متضمن ہو اور اس لیے بھی کہ حکم کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور ظن محتمل کی بنیاد پر اس کا اقرار ترک نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس معاملے میں اس کا معاملہ اللہ کی جانب ہے۔''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[مجموعہ مقالات، وفتاویٰ](#)

صفحہ نمبر 233

محدث فتویٰ